توہین رسالت کی سزا موت

(تاریخ۔ مذاہب اور قوانین اقوام کے تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ)

تحریر: عرفان خالد ڈھلوں، لیکچرار گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور

(دوسری قسط)

وفاقی شرعی عدالت کے حکم کی رو سے دفعہ ۲۹۵۔سی کے الفاظ یا عمر قید حذف:

۱۹۸۶ء میں پاکستان پینل کوڈ میں شامل کی جانے والی نئی دفعہ ۲۹۵۔سی کے تحت توہین رسالت کے مجرم کے لیے عمر قید یا موت کی سزا درج تھی۔ ۱۹۸۷ء میں وفاقی شریعت کورٹ میں ایک شریعت پٹیشن دائر کی گئی۔ جس میں توہین رسالت کی متبادل سزا عمر قید کو اسلامی احکام کے منافی قرار دے کر اسے ختم کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔ وفاقی شرعی عدالت نے اس شریعت پٹیشن کا فیصلہ ۳۰/اکتوبر ۱۹۹۰ء کو سنایا اور توہین رسالت کی متبادل سزا عمر قید کو غیر اسلامی اور قرآن وسنت کے احکام سے متصادم قرار دیتے ہوئے حکومت پاکستان کو ہدایت جاری کی کہ ''یا عمر قید'' (or imprisonment for life) کے الفاظ کو پاکستان پینل کوڈ (تعزیرات پاکستان) کی دفعہ ۲۹۵۔سی سے حذف کیا جائے۔ اس امر کیلئے حکومت پاکستان کو وفاقی شرعی عدالت نے ۳۰/اپریل ۱۹۹۱ء تک مہلت دی۔ عدالت نے یہ بھی فیصلہ دیا کہ اگر ۳۰/اپریل ۱۹۹۱ء تک ایسا نہ کیا گیا تو ''یا عمر قید'' کے الفاظ اس تاریخ سے غیر مؤثر ہوں گے۔ یوں ۲۹۵۔سی میں درج ''یا عمر قید'' کے الفاظ وفاقی شرعی عدالت کے حکم کی رو سے ۳۰/اپریل ۱۹۹۱ء سے حذف ہو کر غیر مؤثر ہو گئے اور توہین رسالت کے مرتکب کی سزا صرف اور صرف موت مقرر کی گئی۔

(تلخیص) عدالتی فیصلہ۔ وفاقی شرعی عدالت: PLD 1991

(Federal Shariat Court 10

Mohammad Ismail Qureshi - Petitioner Versus Pakistan through Secretary, Law and Parliamentary Affairs. - Respondent

شریعت پٹیشن نمبر 6/L of 1987

تاریخ فیصلہ 30-10-1990

فل بینچ: چیف جسٹس گل محمد خان، جسٹس عبدالکریم خان کندی، جسٹس عبادت یار خان، جسٹس عبدالرزاق، جسٹس فدامحمد خان

فیصلہ: چیف جسٹس گل محمد خان نے لکھا:

درخواست گزار محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۵۔سی کو چیلنج کیا ہے۔ دفعہ ۲۹۵۔سی کے الفاظ یہ ہیں:

" Use of derogatory remarks etc. in respect of the Holy Prophet. .. Whoever by words, either spoken or written, or by visible representation, or by imputation, innuendo, or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of the Holy Prophet Mohammad (P.B.U.H) shall be punished with death, or imprisonment for life and shall also be liable to fine".

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں اہانت آمیز ریمارکس کا استعمال:

جو کوئی تحریری یا زبانی الفاظ سے یا ظاہری نمونہ سے یا کسی تہمت یا طعن آمیز اشارے یا الزام سے خواہ یہ بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ حضرت محمد ﷺ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرے تو اسے موت یا عمر قید کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔

اس دفعہ کے خلاف جو اعتراض اٹھایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اس دفعہ میں توہین رسالت کے جرم کی متبادل سزا عمر قید قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ توہین رسالت کا جرم "حد" کے تحت آتا ہے اور قرآن وسنت میں دی گئی سزا "موت" کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ فاضل وکیل نے اس ضمن میں سورۃ الانفال کی آیت ۱۳ اور سورۃ النساء کی آیت ۶۵ پر انحصار کیا ہے۔

اس عدالت نے بہت سے ماہرین قانون اور علماء کو اس کیس میں مدد کے لیے درخواست کی۔ کیس کی سماعت لاہور کراچی اور اسلام آباد میں ہوئی۔

مولانا سبحان محمود نے ان آیات پر انحصار کیا۔ سورۃ الحجرات آیت: ۲، سورۃ الاحزاب آیت: ۵۷، سورۃ التوبۃ آیات: ۶۵ اور ۶۶، سورۃ محمد آیت: ۲۸، سورۃ الزمر آیت: ۱۱ اور ۶۵، سورۃ المائدہ آیت: ۷۵، سورۃ البقرۃ آیت: ۲۱۷۔ انہوں نے دیگر احادیث کے علاوہ حضرت ابو قلابہ ؒ

کی ایک روایت بیان کی جس میں توہین رسالت کے مجرم کی سزا موت ہے۔ قاضی عیاض کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو نبی کو گالی دے اسے قتل کردو اور جو صحابہؓ کو گالی دے اسے کوڑے مارو۔ موت کی سزا پر اجماع ثابت ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ عمر قید کی سزا توہین رسالت کی مجرم عورت یا غیر مسلم کو دی جاسکتی ہے۔

مولانا مفتی غلام سرور قادری نے ان قرآنی آیات پر انحصار کیا:

سورۃ التوبہ: ۶۱، ۶۲، ۶۵، ۶۶۔ سورۃ الحجرات: ۵۷، سورۃ البقرۃ: ۱۰۴۔ انہوں نے بعض احادیث بھی پیش کیں جن کی رو سے توہین رسالت کے مجرم کی سزا صرف موت ہے۔ انہوں نے قرآن و حدیث کے دلائل سے کہا کہ ہر جرم میں توبہ قابل قبول ہے۔ انہوں نے حنفی فقیہ ابن عابدین کے حوالے سے کہا کہ حنفی فقہاء کے نزدیک اس جرم میں توبہ کا قابل قبول ہونا راجح ہے۔

مولانا حافظ صلاح الدین یوسف نے حنفی فقہاء کا مؤقف واضح کرتے ہوئے کہا کہ توہین رسالت کے مجرم کی توبہ قبول کی جائے گی اور اسے موت کی سزا نہیں دی جائے گی۔ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے مروی حدیث نقل کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے دین کو بدل ڈالے اسے قتل کردو۔ ان کے نزدیک اگر کوئی مسلمان توہین رسالت کا ارتکاب کرے تو وہ مرتد ہے لہٰذا اس کی سزا موت ہے۔ انہوں نے ابن تیمیہ کی رائے نقل کی کہ گستاخِ رسول ﷺ کی سزا موت ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں امام مالک امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی ایسی ہی آراء پیش کیں۔

مولانا محمد عبدہ الفلاح نے دوسری آیات قرآنی کے علاوہ سورۃ النساء کی آیت ۴۶ کو پیش کیا اور احادیث بیان کیں جن کی رو سے گستاخِ رسول کی سزا موت ہے۔ انہوں نے کہا کہ فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ گستاخِ رسول کی سزا موت ہے۔

مولانا سید عبدالشکور نے سورۃ التوبہ آیات ۱۲، ۲۴، سورۃ الاحزاب آیت ۵۷، کو بطور دلیل پیش کیا۔ انہوں نے احادیث بھی بطور حوالہ پیش کیں۔ انہوں نے عبدالرحمٰن الجزیری کی کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، جلد ۵، صفحات ۲۷۴۔۲۷۵، اور ردالمختار جلد ۳، صفحات ۲۹۰۔۲۹۱ سے فقہاء کی آراء بھی بیان کیں۔

مولانا فضل ہادی نے سورۃ التوبہ آیات ۱۲، ۶۵، ۶۶، سورۃ المجادلہ آیت ۱۲۲، سورۃ الاحزاب آیات ۲/۔۵۷ اور سورۃ الحجرات کی آیت ۲ کے علاوہ احادیث پیش کیں۔

مولانا سعیدالدین شیرکوٹی نے مندرجہ ذیل آیات قرآنی بیان کیں۔ سورۃ النساء آیت ۱۳۔ سورۃ الحجرات آیات ۲۔۳۔۵۳۔ سورۃ الفتح آیت ۹، سورۃ الاحزاب آیت ۵۷۔ سورۃ البقرۃ آیات ۱۸۷ اور ۲۲۹۔ انہوں نے گستاخِ رسول کو سزائے موت دینے اور معاف کر دینے کے بارے میں احادیث نبوی ﷺ پیش کیں۔ انہوں نے مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب امداد الفتاویٰ، جلد ۵، صفحات ۱۶۶۔۱۶۸، سے فقہاء کی آراء بیان کیں۔

تقریباً تمام فاضل علماء نے مندرجہ ذیل آیات قرآن پر انحصار کیا ہے۔

سورۃ الاحزاب آیت :۵۷، سورۃ التوبۃ آیات : ۶۱، ۶۲، سورۃ المجادلہ آیات : ۱۸، ۲۰، سورۃ الانفال آیات : ۱۲، ۱۳، سورۃ الحشر آیت : ۴، سورۃ الاحزاب آیات : ۶۰، ۶۱، سورۃ الحجرات آیت : ۲، سورۃ البقرۃ آیت : ۲۱۷، سورۃ المائدہ آیت : ۵، سورۃ الانعام آیت : ۸۸، سورۃ الزمر آیت : ۶۵، سورۃ محمد آیت : ۹، سورۃ البقرۃ آیت : ۱۰۴، سورۃ النساء آیت : ۴۶۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک منافق جس کا نام بشر تھا اس کا ایک یہودی سے جھگڑا ہوا۔ یہودی نے اسے حضور ﷺ کے پاس فیصلہ کے لیے چلنے کو کہا۔ منافق نے اسے کعب بن اشرف کے پاس چلنے کو کہا۔ بہرحال وہ حضور ﷺ کے پاس گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ منافق اس فیصلہ پر رضامند نہیں تھا۔ لہٰذا وہ دونوں اپنے جھگڑے کو حضرت عمرؓ کے پاس لے آئے۔ یہودی نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ حضور ﷺ نے پہلے ہی اس کی حمایت میں فیصلہ کر دیا ہے۔ لیکن یہ آدمی اس پر رضامند نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے منافق سے کہا: ایسا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ حضرت عمرؓ اندر گئے۔ اپنی تلوار لی اور منافق کو قتل کر دیا۔ اور کہا میں نے اس شخص کے لیے فیصلہ کیا ہے جو نبی ﷺ کے فیصلہ کو نہیں مانتا۔

اس پر سورۃ النساء کی آیت : ۶۵ نازل ہوئی :

نہیں اے محمد! تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سربسر تسلیم کریں۔

روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۶۷ پر درج ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ اقدام جسے حضور ﷺ کی تائید حاصل ہے، گستاخِ رسول کی سزا موت پر سند ہے۔

قرآن مجید نے واضح اعلان فرمایا کہ رسول کی توہین ارتداد ہے۔ قرآن مجید سورۃ التوبہ کی آیات ۶۵ اور ۶۶ میں کہتا ہے:

''اگر ان سے پوچھو کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے تو جھٹ کہہ دیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ ان سے کہو کیا تمہاری ہنسی دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ ہی تھی؟ اب عذرات نہ تراشو۔ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے اگر ہم نے تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیا تو دوسرے گروہ کو تو ہم ضرور سزا دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہیں۔''

ابن تیمیہ نے الصارم المسلول صفحہ ۳۱ پر مندرجہ بالا آیات کی تشریح میں کہا ہے کہ اللہ اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ پس توہین رسول زیادہ سنگین جرم ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو نبی کی توہین کرے وہ مرتد ہے۔

ابوبکر ابن عربی نے احکام القرآن جلد ۲، صفحہ ۹۶۴ میں لکھا ہے کہ منافق لوگ دانستہ یا تمسخر کے لیے یہ لفظ بولتے تھے اور کیسی ہی صورت کیوں نہ ہو ایسا کرنا کفر ہے۔ کیونکہ کفر یہ الفاظ میں مذاق اڑانا بھی کفر ہے۔

قرآن مجید نے نبی اکرم ﷺ کی خفیف سی ناراضی سے بھی منع کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ان کی بیویوں سے شادی کرنا مسلمانوں پر حرام ہے۔ یہ اس لئے کہ کہیں وہ نبی کی توہین کا ذریعہ نہ بن جائیں۔

قرآن مجید میں ہے:

''تمہارے لیے ہرگز جائز نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف دو۔ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔'' (سورۃ الاحزاب: ۵۳) (یہاں فیصلہ میں سولہ احادیث درج ہیں جن میں سے زیادہ تر زیر نظر مضمون میں گزر چکی ہیں)

مندرجہ بالا بحث شک کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتی کہ قرآن مجید کے مطابق جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے تشریح فرمائی ہے اور جوامت مسلمہ کے مابین تعامل ہے کہ گستاخ رسول کی سزا موت کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ ہم نے یہ بھی نوٹ کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد کسی نے بھی

اس سزا کو نہ تو ختم کیا ہے اور نہ ہی کسی اور کو ایسا کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

اس کیس میں اگلا سوال یہ ہے توہین رسالت کے جرم کی واضح تعریف کی جائے۔

قرآن وحدیث میں شتم، سب اور اذی کے الفاظ نبی کی توہین کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ جس کے معنی ہیں نقصان پہنچانا، توہین کرنا اشتعال دلانا، غصہ دلانا، زخمی کرنا، مشکل سے دوچار کرنا، عزت میں کمی کرنا وغیرہ۔ لفظ شتم سے مراد ہے توہین کرنا گالی دینا وغیرہ۔

علامہ رشید رضا نے لفظ ''اذی'' کی تعریف میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ایسی چیز ہے جس سے کسی زندہ انسان کے جسم یا ذہن کو تکلیف پہنچے اگر چہ یہ تکلیف بہت معمولی ہو (المنار، جلد ۱۰، ص: ۴۴۵)

ابن تیمیہ توہین رسالت کے جرم کی بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض اوقات ایک لفظ کسی حالت میں توہین اور نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ جبکہ وہی لفظ کسی دوسری صورت حال میں نقصان اور توہین کا باعث نہیں بنتا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جن الفاظ کے مختلف معانی اور مفہوم ہوں، حالات اور مواقع کی تبدیلی سے ان کی تشریح بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے۔

اور جب لفظ ''سب'' یعنی توہین کی تعریف نہ تو شریعت میں کی گئی ہو اور نہ ہی ڈکشنری میں تو اس لفظ کی تشریح کے تعین کے لیے عرف وعادت پر انحصار کیا جائے گا۔ لہٰذا عرف وعادت میں جس چیز کو توہین سمجھا جائے گا وہی چیز شریعت میں توہین ہوگی اور اسی طرح جو چیز شریعت میں توہین سمجھی جائے وہی عرف وعادت میں توہین تصور ہوگی۔

کسی بھی فعل کے مجرمانہ ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ فعل غلط ہو اور ذہن میں پائے جانے والے غلط مقصد کے حصول کیلئے ارادی طور پر سرانجام دیا گیا ہو۔ بعض حالات میں آدمی کچھ جرائم کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے۔ اگر وہ غلط نتائج سے بچنے کیلئے اپنی طرف سے بہترین کوشش نہ کرے۔

پس ارادہ اور نیت وہ مقصد یا منصوبہ بندی ہے جس سے ایک فعل سرانجام پاتا ہے۔ فرض کریں کہ ایک شخص بندوق خریدتا ہے۔ اس کا ارادہ کھیل ذاتی دفاع یا کسی کو جان سے مارنے کے لیے بندوق چلانے کا ہوسکتا ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اس نے ذاتی دفاع کے لیے نہیں بلکہ کسی کو جان سے مارنے کے لیے بندوق چلائی تھی تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا ارادہ قتل کرنے کا تھا۔

غیر ارادی فعل میں یہ مقصد اور منصوبہ بندی نہیں ہوتی۔ کسی کو قتل کرنے کا فعل بھی غیر ارادی ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ فاعل ایسے نتائج پیش کرے جن کا اس نے ارادہ نہیں کیا تھا۔

☆ لاثواب الا بالنية ☆ (فقہی ضابطہ)

بہر حال قانون کا نظام ایسے آدمی کو ان نتائج کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے خواہ اس نے ان نتائج کے حصول کا ارادہ نہ کیا ہو۔ وہ نتائج جو درحقیقت کسی غفلت اور لاپرواہی سے پیدا ہوں قانون انہیں ارادی قرار دیتا ہے۔ پس اگر ایک شخص کسی کے جسم کو سخت جسمانی نقصان پہنچائے اگرچہ اس کا ارادہ اسے قتل کرنے کا نہ ہو لیکن اگر وہ قتل ہو جائے تو فاعل فعل کا مجرم متصور ہوگا۔

شریعت میں کسی جرم کی سزا صرف اسی صورت میں ''حد'' ہے جب وہ جرم واضح ارادہ کے ساتھ کیا جائے۔ اگر اس جرم میں کوئی شک پیدا ہو جائے تو شریعت حد کی سزا کو دور کر دیتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی جرم مجرمانہ اور معاندانہ نیت و ارادہ سے کیا جائے تو اس پر ''حد'' نافذ ہوگی اور اس کا اطلاق نبی اکرم ﷺ کی اہانت کرنے والے پر بھی ہوگا۔ قرآن مجید میں ہے:

> ''نادانستہ بات جو تم کہو اس کے لیے تم پر کوئی گرفت نہیں ہے لیکن اس بات پر گرفت ضرور ہے جس کا تم دل سے ارادہ کرو۔ اللہ درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔'' (سورۃ الاحزاب: ۵)
>
> ''اگر تم میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کر لے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے۔'' (سورۃ الانعام: ۵۴)

جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر) مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کر لیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے سب لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔ (سورۃ النحل: ۱۰۶)

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جس کا اس نے ارادہ کیا۔ پس جس نے دنیا کے فوائد کے لیے یا کسی عورت سے شادی کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہوگی جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔ (بخاری، جلد: ۱، ص: حدیث: ۱)

ابی بن کعب کی روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص تھا جس کا گھر مدینہ شہر سے کافی دور تھا۔ لیکن اس نے کبھی بھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرنے کے موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا تھا۔ ہم اس کے ساتھ ہمدردی کرتے اور کہتے کہ اے فلاں تم نبی ﷺ کے گھر کے قریب گھر کیوں

نہیں خرید لیتے تا کہ تم آنے جانے کے لیے لمبا سفر طے کرنے کے دوران گرمی کی شدت سے بچ سکو۔ اس نے کہا سنو اللہ کی قسم میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرا گھر نبی ﷺ کے گھر کے قریب ہو۔ میں نے اس کے یہ برے الفاظ نبی اکرم ﷺ کو بتائے۔ آپ نے اس شخص کو بلوایا۔ اس نے وہی الفاظ دہرائے لیکن یہ بھی کہا کہ اس کا ارادہ قدموں کا اجر حاصل کرنے کا تھا۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہیں اس چیز کا اجر ملے گا۔ جس کا تم نے ارادہ کیا۔

(مسلم ج:۱۔ انگریزی ترجمہ عبدالحمید صدیقی صفحہ ۳۲۳۔۳۲۴ حدیث نمبر ۱۴۰۴)

مندرجہ بالا روایت سے پتہ چلتا ہے کہ الفاظ بظاہر توہین آمیز تھے لیکن ان الفاظ کو بیان کرنے والے کا ارادہ ایسا نہ تھا اس لئے اسے کوئی سزا نہ دی گئی۔

یہاں یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ نبی کے لیے توہین آمیز الفاظ کی محض ادائیگی جرم نہیں ہے جب تک کہ اس کی بنیاد معاندانہ اقدام یا عزت میں کمی نہ ہو۔ مثلاً نبی کے سامنے اونچی آواز میں بولنے کی ممانعت ہے۔ قرآن کہتا ہے:

> ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز میں بات کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔'' (سورۃ الحجرات :۲)

علامہ قرطبی نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کی آواز سے زیادہ اونچی آواز سے بولنے اور چلانے کی ممانعت ہے جس سے درحقیقت نبی ﷺ کو تکلیف پہنچتی ہے لیکن جنگ اور دشمن کو ڈرانے وغیرہ کے لیے اونچی آواز سے بولنا جرم نہیں ہوگا۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس جن کی آواز قدرتی طور پر اونچی تھی، انہوں نے خود کو اپنے گھر کے ایک کمرے میں بند کر لیا اور رونے لگے۔ وہ کافی عرصہ نبی اکرم ﷺ کے اجتماعات میں حاضر نہ ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کے متعلق دریافت فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضرت ثابت بن قیس نے خود کو گھر میں بند کر لیا ہے اور وہ روتے رہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت ثابت کو بلوایا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں اپنی آواز بلند ہونے

کی وجہ سے ڈر گیا تھا کہ کہیں میں ان لوگوں میں سے تو نہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم ان میں سے نہیں ہو تمہارا جینا اور مرنا خوش بختی پر ہے۔ ان کی بلند آواز قدرتی تھی۔ ان کی بلند آواز کا مقصد نبی کی اہانت کرنا نہ تھا جیسا کہ منافقین کرتے تھے جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی، ج:۲۶، ص:۱۲۴۔۱۲۵)

علامہ آلوسی مزید لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ان لوگوں کی بلند آواز کی دو اقسام ہیں:

(۱) جس سے نیک اعمال ضائع نہیں ہوتے۔

(۲) جس سے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

پہلی قسم کسی عناد یا توہین آمیز اقدام کی بنیاد پر نہیں ہوتی جیسے کہ جنگوں میں اور دشمنوں کے ساتھ جھگڑوں میں اونچی آواز سے بولنا مثلاً ایک جنگ میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو بلند آواز سے پکارو۔ انہوں نے اتنی اونچی آواز سے لوگوں کو پکارا کہ حاملہ عورتوں کے حمل وضع ہو گئے۔ آواز کی دوسری قسم عناد اور توہین آمیز اقدام کی بنیاد پر ہے۔

قرطبی لکھتے ہیں کہ اس آیت کا آخری حصہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوا ہے جس نے کہا تھا کہ میں نبی کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ سے شادی کروں گا۔ جب نبی اکرم ﷺ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ کو بہت زیادہ صدمہ پہنچا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں نبی کی بیویوں سے شادی کی ہمیشہ کے لیے ممانعت کر دی گئی اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس دنیا میں میری بیویاں آخرت میں بھی میری بیویاں ہوں گی۔ لیکن اس آیت کے نازل ہونے سے قبل یہ واقعہ رونما ہو چکا تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ایک بیوی قلبیہ کو طلاق دے دی تھی اور قلبیہ نے عکرمہ بن ابوجہل سے شادی کر لی تھی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ قلبیہ نے اشعث ابن قیس کندی سے شادی کر لی تھی۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے اس وقت ان لوگوں کے نزدیک یہ کہنا کہ نبی کی وفات کے بعد ان کی بیوی سے شادی کروں گا، نبی کی توہین کا ذریعہ نہیں تھا کیونکہ اس کی ممانعت نہیں ہوئی تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ پر تہمت والے واقعہ میں مسطح، حسان اور حمنہ کو کوئی سزا نہ دی جو اس تہمت میں شامل تھے اور نہ ہی نبی علیہ السلام نے انہیں منافقین قرار دیا۔ ابن تیمیہ اس صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کا ارادہ نبی علیہ السلام کو اذیت پہنچانا نہیں تھا اور نہ ہی ان سے ایسی کوئی علامت ظاہر ہوئی تھی جبکہ عبداللہ بن ابی کی نیت نبی کی ذات کو اذیت

پہنچانا تھا۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ اس وقت تک انہیں یہ نہیں بتلایا گیا تھا کہ اس دنیا میں نبی کی بیویاں آخرت میں بھی نبی کی بیویاں ہوں گی۔ یہی وجہ تھی کہ نبی اکرمﷺ نے ان تینوں کے معاملے میں ہچکچاہٹ سے کام لیا تھا۔ اور آپﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ سے مشورہ کیا اور حضرت بریرہؓ سے تفتیش کروائی اور نتیجہ ان لوگوں کو منافقین نہیں قرار دیا جن کا ارادہ نبی کو تکلیف پہنچانا نہیں تھا۔ لیکن یہ حکم آ جانے کے بعد کہ اس دنیا میں آپ کی بیویاں آخرت میں بھی آپ کی بیویاں ہوگی اور وہ مؤمنین کی مائیں ہیں۔ ان پر کسی قسم کی تہمت ہر حالت میں نبیﷺ کو اذیت پہنچانے کے مترادف ہوگی۔ (الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص: ۴۹)

بعض فقہاء کی رائے ہے کہ اگر نبی کی توہین واضح الفاظ میں کی جائے تو اہانت کے مرتکب سے اس کی نیت وارادہ نہیں پوچھا جائے گا۔ لیکن اگر الفاظ ایک سے زیادہ معنی کے متحمل ہوں اور ان میں سے کوئی ایک معنی نبی کی توہین کے ضمن میں آتا ہو تو ان الفاظ کو ادا کرنے والے سے اس کا ارادہ پوچھا جائے گا۔ (الشفاء، قاضی عیاض، ج: ۲، ص: ۲۲۱)

ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ الفاظ کے معانی مختلف مواقع پر مختلف ہوتے ہیں۔ پھر سیاق وسباق سے بھی معانی مختلف ہو جاتے ہیں لہٰذا ملزم کو وضاحت وصفائی کا موقع ملنا چاہیے تاکہ بے گناہ کو سزا نہ ہو جائے۔ نبی اکرمﷺ کی حدیث روایت کی جاتی ہے کہ قاضی کی غلطی جس سے کوئی مجرم چھوٹ جائے قاضی کی اس غلطی سے بہتر ہے جس سے بے گناہ کو سزا مل جائے۔ (سنن البیہقی ج: ۳، ص: ۱۸۴)

قرآن مجید بھی ہر ملزم کو صفائی کا موقع دیتا ہے۔ یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ کراماً کاتبین کی جانب سے کسی شخص کے اعمال کے بارے میں لکھی گئی ہر چیز درست ہے لیکن اگر وہ شخص قیامت کے دن فرشتوں کی تحریر پر اعتراض کرے گا تو اس کا یہ اعتراض سنا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس شخص کے ہاتھوں، پاؤں، آنکھوں اور کانوں سمیت گواہ بلوائے گا۔ ملاحظہ ہو آیات: سورۃ بنی اسرائیل: ۱۳۔۱۴، سورۃ یٰس: ۶۵، سورۃ النمل: ۲۰: ۲۲، سورۃ النحل: ۹۳ اور سورۃ الانبیاء: ۲۳۔

لہٰذا ملزم کی طرف سے وضاحت کے بعد ہی عدالت اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ جو الفاظ ادا کیے گئے آیا وہ بدنام کرنے کے ارادہ سے تھے، بغض پر مبنی اور توہین آمیز تھے یا وہ معصومانہ انداز میں کہے گئے تھے۔

☆ الضرورات تبیح المحظورات ☆ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں ☆

عبداللہ بن رفعیہ کی سند سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے، الزبیر اور المقداد کو کہیں بھیجا اور فرمایا: تم لوگ جاؤ یہاں تک کہ روضۃ خاخ پہنچو۔ وہاں تم ایک عورت کو پاؤ گے جس کے پاس ایک خط ہوگا اس عورت سے وہ خط لے آؤ۔ پس ہم روانہ ہوئے اور اپنے گھوڑوں کو تیز دوڑایا یہاں تک کہ ہم الروضۃ پہنچ گئے۔ جہاں ہم نے اس عورت کو پالیا اور اسے کہا خط دے دو۔ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے۔ پس اس نے خط نکالا۔ ہم خط کو لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے۔ اس خط میں حاطب بن ابی بلتعہ کا پیغام مشرکین مکہ کے نام تھا جس میں نبی اکرم ﷺ کے کچھ ارادوں کی معلومات فراہم کی گئیں تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حاطب یہ کیا ہے۔ حاطب نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ فرمائیں۔ میں قریش کا قریبی آدمی رہا ہوں لیکن میں اس قبیلے کا نہ تھا۔ لیکن آپ کے اصحاب میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کے رشتہ دار مکہ میں نہ ہوں جو ان کے اہل و مال کی حفاظت کرتے ہوں۔ میں نے ایسا نہ تو عدم ایمان کی بنا پر کیا ہے اور نہ ہی منافقت یا کفر کی بنا پر۔ حضور ﷺ نے فرمایا حاطب نے تم سے سچ کہا ہے۔ (بخاری ج:۴، ص:۱۵۴۔۱۵۵، حدیث:۲۵۱)

حنفی فقیہ علامہ محی الدین نے لکھا ہے کہ فقہاء یہ رائے رکھتے ہیں کہ توہین رسالت کے معاملہ میں حکمران یا جج کو فیصلہ سے پہلے ملزم کے عام رویہ اور صورت حال کا جائزہ لینا چاہیے (احکام المرتد۔ نعمان عبدالرزاق سمراتی، ص:۱۰۹)

مشہور ہندوستانی فقیہ امام احمد رضا خان بریلوی نے اس مسئلہ میں لکھا ہے کہ کفریہ الفاظ اور ان کفریہ الفاظ کو ادا کر کے کافر بن جانے والے شخص کی حیثیتوں کے درمیان فرق ہے۔ (تمہید امام، ص: ۵۹) وہ مزید لکھتے ہیں کہ آج کل لفظ راعنا کا استعمال توہین کے زمرے میں نہیں آتا کیونکہ ان دنوں یہ نبی کی توہین کے حوالے سے نہیں بولا جاتا۔ (ختم نبوت، ص:۷۱)

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں میں سے بعض پر اپنے انعامات زیادہ کیے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام پیغمبروں کے مرتبہ میں کوئی امتیاز یا عدم مساوات قائم نہیں کی۔ تفصیل کے لیے مندرجہ ذیل آیات قرآنی ملاحظہ کی جاسکتی ہیں: بنی اسرائیل: ۵۵، البقرہ: ۱۳۶۔۲۵۳۔۲۸۵، آل عمران: ۸۴، النساء ۱۵۰۔۱۵۲۔

☆ عام کی تخصیص نیت کے ساتھ دیانۃ مقبول ہوتی ہے نہ کہ قضاء ☆

تمام علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ مندرجہ بالا آیات قرآنیہ کی رو سے تمام پیغمبروں کا مقام ومرتبہ یکساں ہے۔لہٰذا کسی ایک پیغمبر کی توہین پر ایک جیسی سزا یعنی موت دی جائے گی۔

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں ہماری یہ رائے ہے کہ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۵۔سی میں دی گئی عمر قید کی متبادل سزا قرآن وسنت میں دیے گئے اسلامی احکام سے متصادم ہے لہٰذا عمر قید کے الفاظ اس دفعہ سے خارج کئے جائیں۔

اس دفعہ میں ایک ذیلی دفعہ کا اضافہ کیا جائے جس میں دوسرے پیغمبروں کے بارے میں کہے گئے یا کیے گئے افعال ویسے ہی جرم قرار پائیں اور انہیں وہی سزا دی جائے جیسا کہ اوپر تجویز کیا گیا ہے۔

اس حکم کی ایک کاپی دستور پاکستان کے آرٹیکل (۳)۲۰۳۔ڈی کے تحت صدر پاکستان کو ارسال کی جائے گی تاکہ قانون میں ترمیم کے لیے اقدامات کیے جائیں اور اس قانون کو اسلام کی تعلیمات سے ہم آہنگ کیا جائے۔اور اگر ترمیم ۳۰/اپریل ۱۹۹۱ء تک نہیں کی جاتی تو پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۵۔سی میں درج یا عمر قید کے الفاظ اس تاریخ سے غیر مؤثر ہو جائیں گے" (۶۴۰) (فیصلہ ختم)

پاکستان میں ۱۹۸۶ء میں پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۵۔سی کے نفاذ کے بعد توہین رسالت کے جرم میں سزائے موت غالباً سب سے پہلے چک نمبر ۴۶ شمالی سرگودھا کے گل مسیح کو سنائی گئی۔اس مقدمہ کا فیصلہ ایڈیشنل سیشن جج سرگودھا خان طالب حسین خان بلوچ نے نومبر ۱۹۹۲ء کو سنایا۔(۶۴۱)

گل مسیح نے لاہور ہائی کورٹ میں بری ہو جانے پر جرمنی میں سیاسی پناہ حاصل کر لی تھی اور وہ وہیں مقیم ہے۔(۶۴۲)

فروری ۱۹۹۳ء میں ایڈیشنل سیشن جج بہاولپور فیض رسول سیال نے ملزم ارشد جاوید کو سزائے موت کا حکم سنایا۔اس کے علاوہ ملزم کو تین سال قید بامشقت کی سزا بھی سنائی گئی۔ملزم ارشد جاوید ولد عبدالستار چک نمبر ۱۳۔بی سی نے ۱۴/فروری ۱۹۸۹ء کو اس وقت جب شاتم رسول سلمان رشدی کے خلاف جلوس نکالا جا رہا تھا، ایس ای کالج چوک پر جلوس کے سامنے آ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ سلمان رشدی نے جو کتاب لکھی ہے وہ درست ہے۔(۶۴۳)

سلامت مسیح اور رحمت مسیح کا مشہور مقدمہ:

پاکستان میں ۲۹۵۔سی کے تحت سب سے مشہور مقدمہ توہین رسالت کے دو ملزموں سلامت مسیح عمر۱۴ سال اور اس کے چچا رحمت مسیح عمر۴۴ سال کا ہے۔ ان دونوں ملزموں کا تعلق گوجرانوالہ سے تھا۔ ان ملزموں کو ایڈیشنل سیشن جج لاہور مجاہد حسین نے ۹رفروری ۱۹۹۵ء کو سزائے موت سنائی تھی۔ ۱۲رفروری ۱۹۹۵ء کو ملزموں کی طرف سے لاہور ہائی کورٹ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی گئی۔ ہائی کورٹ میں اس مقدمے کی کارروائی کی کوریج کے لیے غیر ملکی ذرائع ابلاغ کی ٹیمیں لاہور پہنچ گئیں جن میں رائٹر، ڈبلیو ٹی این، بی بی سی، وائس آف امریکہ، وائس آف جرمنی اور دیگر بین الاقوامی اداروں کے نمائندے شامل تھے۔

ایڈیشنل سیشن جج لاہور نے جب ملزموں رحمت مسیح اور سلامت مسیح کو سزائے موت کا حکم سنایا تو سب سے پہلے برطانیہ نے اس فیصلے کے خلاف حکومت پاکستان سے احتجاج کیا۔ اس سلسلے میں پاکستانی ہائی کمشنر کو دفتر خارجہ لندن میں طلب کیا گیا جہاں دفتر خارجہ کے منسٹر ٹونی بلاری نے ان سے ملاقات کی اور تبادلہ خیال کیا۔ اور عیسائیوں کو سزائے موت دیے جانے پر تشویش کا اظہار کیا۔ مسٹر ٹونی نے ہائی کمشنر کو بتایا کہ برطانیہ پاکستان کی عدلیہ کی کارروائی میں مداخلت نہیں کر سکتا مگر سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو سزائے موت دیے جانے پر گہری تشویش پائی جاتی ہے۔ انہوں نے پاکستان کی حکومت سے اپیل کی کہ دونوں افراد کی زندگیاں بچائی جائیں۔ (۶۴۴)

سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو سزائے موت کے فیصلہ کے خلاف احتجاج کے طور پر پورے پاکستان میں مسیح کمیونٹی نے ایک دن کا روزہ رکھا۔ (۶۴۵)

لاہور ہائی کورٹ نے سلامت مسیح اور رحمت مسیح کی اپیل ساعت کے لیے منظور کر لی اور ۱۵فروری ۱۹۹۵ء کی تاریخ باقاعدہ ساعت کے لیے مقرر کی۔ ہائی کورٹ لاہور کے جس ڈویژن بینچ نے اس اپیل کی ساعت کی وہ جسٹس چوہدری خورشید احمد اور جسٹس عارف اقبال بھٹی پر مشتمل تھا۔ ڈویژن بینچ نے ۲۳ فروری ۱۹۹۵ء بمطابق ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ کو اس مقدمے کی ''آوٹ آف ٹرن'' ساعت کر کے صرف نو روز کے اندر فیصلہ سنا دیا اور ملزمان کو توہین رسالت کے الزامات سے بری کر دیا۔

فاضل عدالت نے ۳۲ صفحات پر مشتمل فیصلہ جاری کرتے ہوئے قرار دیا کہ ہم اللہ کے

فضل سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے سرخرو ہوں گے اور ہم توقع رکھتے ہیں کہ اللہ ہمیں شاباش دے گا۔ ججوں نے کہا کہ ہم نے یہ فیصلہ اصولوں اور اپنے ضمیر کے مطابق دیا ہے اور ہم آج اور قیامت کے روز خدا کے سامنے جوابدہ ہیں۔ فاضل عدالت نے توہین رسالت پر مبنی دو چٹوں کو انتہائی قابل اعتراض اور اشتعال انگیز قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ چٹیں کسی تجربہ کار اور بڑی عمر کے آدمی نے لکھی ہیں۔ عدالت نے کہا کہ ہمارے ملک میں مختلف مذاہب اور فرقوں کے درمیان اشتعال اور فساد برپا کرنے کے لیے عناصر پھیلے ہوئے ہیں جن کی پکڑ بہت ضروری ہے۔ فاضل عدالت نے حکومت کو حکم دیا کہ اس واقعہ کی تحقیقات کرے اور ایسے شرپسند عناصر کا سدباب کرے اور شرارت کرنے والوں کو پکڑا جائے۔ فاضل عدالت نے دونوں ملزموں کو بری کر دیا۔ عدالت نے یہ فیصلہ انتہائی حفاظتی انتظامات میں کیا۔

عدالتی معاونت کے لیے بلائے گئے غلام باری سلیمی ایڈووکیٹ نے دلائل دیتے ہوئے موقف اختیار کیا کہ اس کیس میں ایسی کوئی شہادت نہیں جس سے ملزموں کو سزائے موت دی جا سکے۔ استغاثہ کے گواہوں نے یہ نہیں بتایا کہ الفاظ کیا تھے مگر انہیں یہ تو بتانا چاہیے کہ جو الفاظ تھے وہ توہین رسالت کے زمرہ میں آتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ زنا کی سزا اتنی سخت ہے کہ ملزم کو سنگسار کیا جائے مگر یہ جرم ثابت کرنے کے لیے شہادت بھی زیادہ سخت رکھی گئی ہے۔ زنا کا جرم ثابت کرنے کے لیے چار صاحب تقویٰ آدمی چاہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کیس میں تینوں گواہوں کی شہادت نہیں کہ ملزموں نے دفعہ ۲۹۵۔سی کا جرم کیا۔ انہوں نے کہا کہ ملزموں سے عناد رکھنے والے گواہ کی شہادت پر انحصار نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے گواہ کے لیے صحیح لفظ ''لوٹا'' ہے جسٹس خورشید نے کہا کہ مدعی فضل حق نے سیشن عدالت میں کچھ نہیں کہا۔ پھر یہاں سے کیس واپس لے لیا۔ بعد میں دوبارہ پیروی شروع کر دی۔ وکیل نے کہا کہ ایسے گواہ پر انحصار کرنا نہایت غلطی ہے۔ انہوں نے کہا کہ سزائے موت کے کیس میں جھوٹے گواہوں کو نہیں بخشنا چاہیے۔ غلام باری سلیمی کے بعد مدعی فضل حق کے وکیل رشید مرتضیٰ قریشی نے اپنے دلائل میں کہا کہ توہین رسالت کا پہلا کیس قرآن پاک میں درج ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملزموں نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا اس لئے ان کی سزائے موت برقرار رکھی جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات غلط ہے کہ توہین رسالت پر مبنی کاغذی تحریر ملزموں کی بجائے کسی اور نے لکھی۔ کوئی مسلمان ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ یہ تحریر

مولوی فضل حق نے خود لکھی تو میں خود اسے پتھر مار مار کر ہلاک کر دوں گا۔ رشید قریشی نے کہا کہ وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے یہ قسم کھا کر الیکشن جیتا کہ وہ برسر اقتدار آ کر قانون توہین رسالت (۲۹۵۔سی) ختم کریں گی۔ یہ اسلامی ملک ہے۔ ہمیں غیر مسلم قوتوں کو ملک کمزور کرنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ وکیل نے کہا کہ وزیر اعلیٰ منظور وٹو نے اپنے بیان میں کہا کہ حکومت نے اس کیس کے مدعی پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا۔ وزیر اعلیٰ کو تردید کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو چور کی داڑھی میں تنکے والا حساب ہے۔ وٹو یہ کہنے والے کون ہوتے ہیں کہ فضل حق جھوٹا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کیس میں بشپ الیگزنڈر جان ملک اور وفاقی وزیر جے سالک کو شامل تفتیش کیا جائے۔ جسٹس بھٹی نے استفسار کیا کہ گواہوں نے وہ الفاظ نہیں دہرائے جو توہین رسالت کے زمرہ میں آسکتے ہیں کیا اس صورت میں ملزموں کو سزا دی جاسکتی ہے۔ وکیل نے کہا کہ پولیس آج بھی ”لینزوں“ کے ذریعے دیوار پر لکھا پڑھ سکتی ہے۔ رشید مرتضیٰ قریشی نے اس کیس میں بعض قوتوں کی سازشوں کا ذکر کرتے ہوئے قادیانیوں، بہائیوں، ذکریوں، آغا خانیوں، بھارت اور امریکہ وغیرہ کا حوالہ دیا تو ملزموں کی وکیل حنا جیلانی اور خود مدعی فضل حق کے دوسرے وکیل اسماعیل قریشی نے اعتراض کیا۔

فاضل عدالت نے رشید مرتضیٰ قریشی کو ہدایت کی کہ وہ کیس سے متعلقہ بات کریں۔ رشید قریشی نے انتہائی جذباتی انداز میں اپنے دلائل ختم کر دیے۔ ان کے بعد مدعی کے وکیل اسماعیل قریشی نے دلائل دیتے ہوئے موقف اختیار کیا کہ توہین رسالت کے جرم کی سزا صرف موت ہے۔ اسلامی دنیا کے بہت بڑے لیڈر امام خمینی نے رشدی، اس کی کتاب کے پرنٹر اور پبلیشر کو قتل کر دینے کا فتویٰ دیا تھا۔ امام خمینی نے یہ نہیں کہا کہ عدالت سے رجوع کیا جائے بلکہ اپنے فتویٰ میں کہا کہ مذکورہ افراد جہاں موجود ہوں وہاں قتل کر دیے جائیں۔ وکیل نے کہا کہ وقوعہ پر موجود شخص جج ہوتا ہے کہ وہ دیکھے کہ واقعی توہین رسالت ہوئی یا نہیں۔ توہین رسالت کے قانون کے مطابق وہ شخص اس جرم کی زد میں آتا ہے جو تحریری یا زبانی یا اشارۃ توہین رسالت کرے۔ اسماعیل قریشی نے کہا کہ ایڈووکیٹ جنرل نے بھی یہاں کہا کہ اگر وہ وقوعہ پر موجود ہوتے تو وہی کرتے جو ایک مسلمان کر سکتا تھا۔ اس وقت جسٹس رشید نے بھی کہا تھا کہ وہ بھی ملزموں کو قتل کر دیتے۔ اس موقع پر جسٹس خورشید نے واضح کیا کہ میں نے یہ الفاظ نہیں کہے تھے بلکہ کہا تھا کہ میں دومنٹ خاموش نہ رہتا اور کارروائی ضرور کرتا۔ وکیل نے کہا آپ کیا کارروائی کرتے۔ جسٹس خورشید نے کہا کہ وہی کارروائی جو ایک

باشعور آدمی سے متوقع ہوتی ہے۔ جسٹس بھٹی نے وکیل سے کہا کہ اگر آپ ایسا وقوعہ دیکھیں گے تو گاؤں والوں کو اکٹھا کریں گے اور تھانے جائیں گے۔ اسماعیل قریشی نے اپنے دلائل جاری رکھتے ہوئے کہا کہ گواہوں نے توہین رسالت پر مبنی الفاظ صرف تقدس کی وجہ سے بیان نہیں کیے۔ جسٹس بھٹی نے کہا تقدس تو ائمہ کرام خلفائے راشدین یا مسجد کا بھی ہوسکتا ہے۔ گواہوں نے یہ نہیں کہا کہ حضور ﷺ کے تقدس کی وجہ سے انہوں نے الفاظ بیان نہیں کیے۔ وکیل نے کہا کہ یہ کیس ہی توہین رسالت کا ہے اس لئے تقدس الٰہی سے منسوب ہوگا۔ اس موقع پر جسٹس بھٹی نے نکتہ اٹھایا کہ مدعی فضل حق کی جانب سے اندراج مقدمہ کے لیے جو درخواست پیش کی گئی وہ مدعی کی تحریر معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی تحریر فرد مقبوضگی کی دستاویز سے ملتی ہے جو پولیس اہلکار لکھتا ہے۔

ایڈووکیٹ جنرل پنجاب میاں عبدالستار نجم نے کہا کہ واقعی درخواست کی تحریر مدعی کی معلوم نہیں ہوتی مگر اس نے سیشن عدالت میں اپنے بیان میں کہا کہ یہ تحریر اسی کی ہے۔ جسٹس بھٹی نے وکیل سے استفسار کیا کہ ایک گواہ کے مطابق ایک ملزم دیوار پر لکھ رہا ہے جبکہ دوسرے گواہ کے مطابق تینوں ملزمان لکھ رہے تھے۔ وکیل نے کہا کہ یہ گواہوں کی اپنی آبزرویشن ہے۔ جسٹس بھٹی نے کہا کہ اگر مدعی ماتحت عدالت میں خود سارا بیان دے دیتا تو کسی دوسرے گواہ پر انحصار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جسٹس بھٹی نے کہا کہ ریکارڈ پر ایسی کوئی شہادت موجود نہیں کہ حضور ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے بارے میں توہین ہوئی تو تعزیرات پاکستان میں علیحدہ دفعات موجود ہیں وکیل نے کہا کہ ملزموں نے حضور ﷺ کی توہین کی۔ مدعی کی ملزموں سے کوئی دشمنی نہیں اور نہ جائیداد یا خاندان کا کوئی جھگڑا ہے۔ چوہدری صادق ایڈووکیٹ نے کہا کہ چٹوں پر وہی مواد ہے جو مسجد کی دیوار پر لکھا گیا۔ یہ توہین رسالت کے الفاظ ہیں۔ عدالتی معاون خواجہ سلطان احمد ایڈووکیٹ نے اپنے دلائل میں کہا کہ کیس میں شہادت ملزموں کو سزا دینے کے لیے کافی نہیں ہے۔ اس کیس میں پولیس، پبلک پراسی کیوٹر اور استغاثہ نے اپنے فرائض صحیح سرانجام نہیں دیئے۔ تفتیش کرنے والی ایجنسی کو ناموس رسالت کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔ انہوں نے کہا کہ مدعی نے دیوار پر لکھا خود ہی مٹا دیا اور اسے پندرہ منٹ کے لیے بھی محفوظ نہیں رکھا کہ پولیس آ کر دیکھ لے۔ مگر دوسری طرف اس نے توہین رسالت پر مبنی چٹیں ایک سال سنبھالے رکھیں۔ وکیل نے کہا کہ میں اس قسم کے الفاظ پر مبنی تحریر اپنے گھر یا دفتر میں نہیں رکھ سکتا۔ انہوں نے کہا کہ یہ معلوم نہیں کہ چٹیں کس نے لکھیں اور کس نے

پھینکیں۔ یہ بھی تفتیش نہیں کی گئی کہ کیا ملزمان لکھ بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ وکیل نے کہا کہ میں ناموس رسالت پر اپنے بیوی بچے قربان کر سکتا ہوں مگر غلط الزام میں کسی کی جان نہیں لے سکتا۔ انہوں نے کہا کہ مدعی فضل حق کی وجہ سے اس ملک کا ہر شخص پریشان ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک کوئی دستاویز عدالت میں حلفاً ثابت نہ کر دی جائے اسے درست تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں تو گواہ جھوٹ بولتے ہیں۔ خواجہ سلطان احمد نے کہا کہ چٹوں پر لفظ ''محمد'' کے اوپر ''ﷺ'' لکھا ہوا ہے۔ اس کا مطلب ﷺ ہے۔ کوئی غیر مسلم یہ لفظ نہیں لکھ سکتا اور خصوصاً وہ جو تیسری جماعت تک پڑھا ہو۔ اس موقع پر فاضل عدالت نے ان چٹوں کا معائنہ کیا اور ایڈووکیٹ جنرل اور مدعی کے وکیل اسماعیل قریشی کو چٹیں دکھائیں۔ اسماعیل قریشی نے کہا کہ توہین رسالت پر مبنی تحریر کوئی مسلمان نہیں لکھ سکتا۔ خواجہ سلطان احمد نے کہا کہ ایسی حرکت کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ اس لئے آئین کے خلاف کوئی بات نہ کی جائے۔ خواجہ سلطان احمد نے اپنے دلائل جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ایک گواہ کے مطابق تینوں ملزمان دیوار پر لکھ رہے تھے۔ یہ الفاظ صرف پانچ یا چھ تھے کیا تینوں ملزمان نے یہ جملے اکٹھے لکھے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں محتاط رہنا چاہیے کہ کسی بے گناہ کو پھانسی نہ لگے۔ خواجہ سلطان احمد نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے پیغمبر ہیں مگر ان کے بارے میں عیسائیوں کا عقیدہ مختلف ہے۔ جب ہم عیسائی کے عقیدہ سے اتفاق نہیں کرتے تو کیا عیسائی یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی۔ وکیل نے کہا کہ ہمارے نبی ﷺ کا رویہ تو یہ تھا کہ ایک خاتون جوان پر کوڑا پھینکتی تھی بیمار ہوگئی تو حضور ﷺ خود اس خاتون کی تیمارداری کے لیے اس کے گھر گئے۔ کیا خاتون توہین رسالت نہیں کر رہی تھی مگر حضور ﷺ نے اسے معاف فرما دیا۔ اور اس کے حق میں دعا کی کہ اللہ اسے معاف کر دے۔ دوران سماعت مسٹر جسٹس عارف اقبال بھٹی نے ریمارکس دیے کہ پاکستان ایک جمہوری ملک ہے اور یہاں جمہوری اصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ یہاں قانون کی حکمرانی ہے اور قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ ہم اپنا آئینی و قانونی فرض ادا کر رہے ہیں۔ جسٹس بھٹی نے کہا کہ اس کیس میں قومی اور بین الاقوامی پریس نے مثبت کردار ادا کیا ہے جس کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ایڈووکیٹ جنرل نے کہا کہ کسی کے جذبات پر دو شہریوں کو پھانسی نہیں لٹکانا چاہیے۔ عدالت ریکارڈ کی بنیاد پر فیصلہ کرے اور کسی گروپ کے احتجاج کی پروا نہ کرے۔ جسٹس خورشید نے کہا کہ ہم کسی سے نہیں ڈرتے۔ ہم قانون کے مطابق فیصلہ کریں گے۔

☆ ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ ☆ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ ☆

فاضل عدالت نے اپنے فیصلہ میں کہا کہ استغاثہ دونوں ملزموں کے خلاف کیس ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اس لئے عدالت دونوں ملزموں کی اپیل منظور کرتی ہے اور انہیں توہین رسالت کے الزامات سے بری کرتی ہے۔ عدالت نے کہا کہ ملزمان فوری طور پر رہا کر دیئے جائیں اگر وہ کسی دوسرے مقدمہ میں مطلوب نہ ہوں۔ عدالت نے کہا کہ ملزموں کو سنائی جانے والی سزائے موت کی توثیق نہیں کی جاتی۔ عدالت نے کہا کہ اس کیس کا قابل اعتراض مواد سپریم کورٹ میں اپیل وغیرہ کا فیصلہ ہونے کے بعد ہوم سیکرٹری کے حکم پر ضائع کر دیا جائے۔ عدالت نے کہا کہ کلمہ طیبہ کا پوسٹر امام مسجد کو واپس کر دیا جائے۔ عدالت نے کہا کہ چٹیں انتہائی قابل اعتراض تحریروں پر مبنی ہیں اور عدالت یہ افسوس سے کہتی ہے کہ مدعی نے یہ چٹیں ایک سال تک اپنے پاس رکھیں۔ ان چٹوں کی تحریر کسی تجربہ کار آدمی کی ہے اور اصل مجرموں تک پہنچنے کے لیے تحقیقات کی ضرورت ہے۔

عدالت نے کہا کہ عدالت کے علم میں ہے کہ ملک دشمن عناصر مختلف فرقوں اور گروہوں کے درمیان نفرت پھیلانے میں مصروف ہیں۔ عدالت نے کہا کہ عدالت کو توقع ہے کہ حکومت اس معاملہ پر فوری توجہ دے گی اور اس سلسلہ میں ضروری اقدامات کیے جائیں گے۔ عدالت نے کہا کہ اسلامی اصول قانون کے مطابق عدالت سے گواہی چھپانا گناہ ہے اور صرف واضح سچ کی بنیاد پر ہی فوجداری مقدمہ میں کسی کو سزا دی جاسکتی ہے۔ عدالت نے کہا کہ کسی گواہ کے ذہن یا دماغ میں دفن راز کو بنیاد بنا کر کسی بھی ملزم کو سزا نہیں دی جاسکتی۔ عدالت نے کہا کہ اس کیس میں گواہوں کے بیانات میں شدید تضاد موجود ہے اور بعض جگہوں پر مضحکہ خیز باتیں کی گئیں ہیں۔ عدالت نے کہا کہ مدعی مولوی فضل حق اپنے رویہ کی وجہ سے قابل اعتماد گواہ نہیں ہے۔ اس نے بروقت ایف آئی درج نہیں کروائی اور نہ ہی عدالت کے روبرو مکمل گواہی دی۔

عدالت نے کہا کہ مدعی کے وکیل رشید مرتضی قریشی نے قانونی نکات یا گواہوں کے بیانات کے حوالہ سے دلائل دینے کی بجائے لوگوں کے شدید مذہبی جذبات کے حوالہ سے گفتگو کی جبکہ اس بات سے کسی کو کوئی اختلاف نہیں کہ توہین رسالت ایک سنگین جرم ہے۔ اور اس کے مرتکب شخص کو فوری طور پر سخت ترین سزا دینی چاہیے۔ فاضل عدالت نے کیس میں پیش ہونے والے وکلاء عاصمہ جہانگیر، اسماعیل قریشی، ایس ایم ظفر، اعجاز حسین بٹالوی، عابد حسن منٹو، خواجہ سلطان احمد، میاں دلاور محمود، حنیف کھٹانہ، رفیق احمد باجودہ، غلام باری سلیمی ایڈووکیٹ اور ایڈووکیٹ جنرل پنجاب میاں عبدالستار نجم کی قانونی معاونت کو سراہا،، (۶۴۶)

☆ الضرر یزال ☆ ضرر (نقصان) کا ازالہ کیا جائے گا ☆

توہین رسالت کے مقدمہ میں ہائی کورٹ سے بری ہونے والے ان دونوں پاکستانی مسیحیوں سلامت مسیح اور اس کے چچا رحمت مسیح کو فوری طور پر بیرون ملک بھیجنے کے لیے سرکاری پاسپورٹ جاری کئے گئے۔ان پاسپورٹوں پر اسلام آباد میں جرمن سفارت خانے سے ویزے لگوائے گئے اور دونوں مسیحیوں کو سخت حفاظتی انتظامات میں لاہور سے اسلام آباد ائیر پورٹ لاکر سرکاری پاسپورٹ، گرم کپڑے، لیدر کے کوٹ تین صندوقوں میں بند کر کے دیئے گئے۔ان دونوں کو دس دس ہزار ڈالر بھی حکومت پاکستان نے فراہم کیے تاکہ وہ بیرون ملک ابتدائی طور پر کسی مالی مشکل کا شکار نہ ہوسکیں (۶۴۷) رحمت مسیح اور سلامت مسیح ایک چرچ گروپ کی دعوت پر جرمنی پہنچ گئے۔ جرمنی کی وزارت خارجہ کی خاتون ترجمان نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا کہ پاکستان میں جرمنی کے سفارت خانے کی جانب سے دونوں کو ٹورسٹ ویزے جاری کیے گئے تھے۔اور انہیں جرمنی میں پناہ دے دی گئی ہے۔ خاتون ترجمان نے چرچ کی تنظیم کا نام بتانے سے انکار کیا۔ خاتون ترجمان نے یہ بھی کہا کہ جرمنی کی حکومت نے یورپی یونین کے ذریعے دونوں کی رہائی کے ضمن میں سخت کوششیں کی تھیں تاہم وہ یہ نہیں کہہ سکتیں کہ دونوں مسیحیوں کو چانسلر کوہل کی حکومت نے جرمنی مدعو کیا ہے۔ جرمنی کے قانون کے تحت دونوں اب سیاسی پناہ کی درخواست کر سکتے ہیں۔ (۶۴۸) اس سے قبل ڈنمارک کے وزیر خارجہ نے بھی ازخود یہ پیش کش کی تھی کہ ڈنمارک رحمت مسیح اور سلامت مسیح دونوں کو پناہ دینے کو تیار ہے۔اور ان کا کرایہ ادا کرنے کو بھی تیار ہے۔(۶۴۹)

خواتین کے لیے سزائے موت ختم:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وفاقی کابینہ کا ایک اجلاس مورخہ ۱۰جون ۱۹۹۶ء کو وزیراعظم بے نظیر بھٹو کی صدارت میں ہوا۔جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ جن سنگین مقدمات میں خواتین کو سزائے موت دی جاسکتی ہے اب انہیں سزائے موت کی بجائے عمر قید کی سزا دی جا سکے گی۔ کابینہ نے اس سلسلے میں مسودہ قانون کی منظوری دے دی ہے۔ اجلاس کے بعد وزیر اطلاعات ونشریات خالد احمد خان کھرل نے بتایا کہ خواتین دہشت گردی یا معصوم شہریوں کے سفاکانہ قتل کی وارداتوں میں بہت کم ملوث پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا ان کے لیے سزائے موت ختم کر دی گئی ہے۔ اس اقدام سے معاشرہ پر خوشگوار اثر پڑے گا۔(۶۵۰)

وفاقی کابینہ کا یہ فیصلہ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۵سی پر بھی اثر انداز ہوگا۔توہین

رسالت کی مجرمہ عورت کو سزائے موت کی بجائے عمر قید کی سزا دی جائے گی۔

۳۰ راپریل ۱۹۹۱ء سے قبل دفعہ ۲۹۵۔سی میں توہین رسالت کے مجرم کے لیے سزائے موت یا عمر قید کی سزا درج تھی۔ وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلے مورخہ ۳۰ راکتوبر ۱۹۹۰ء کی رد سے دفعہ ۲۹۵۔سی کے الفاظ ''یا عمر قید'' کو ختم کر دیا تھا۔ اس فیصلہ سے قبل توہین رسالت کے مجرم کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت، سزائے موت یا عمر قید کی سزا باقی رہی اور عمر قید کی سزا غیر مؤثر ہوگئی۔ لیکن وفاقی کابینہ نے اپنے اجلاس مورخہ ۱۰ رجون ۱۹۹۶ء میں فیصلہ کیا کہ ان تمام مقدمات میں جن میں عورتوں کو موت کی سزا دی جا سکتی ہے، اب انہیں عمر قید کی سزا دی جا سکے گی۔ وفاقی کابینہ کا یہ فیصلہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کے خلاف ہے۔ وفاقی کابینہ کا یہ فیصلہ اسلام کے قانون قصاص کے بھی خلاف ہے جو جان کے بدلے میں جان کا حکم دیتا ہے۔ اس فیصلہ کے بعد اب یہ خدشہ بڑھ گیا ہے کہ سنگین جرائم کے ارتکاب کے لیے مردوں کی بجائے عورتوں کو استعمال کیا جائے گا۔ یہ اصول ہے کہ سزا کی بنیاد جرم ہوتا ہے نہ کہ جنس۔ جس شخص نے جو جرم کیا ہو اسے اس جرم کی سزا ملے گی۔ مجرم کو سزا دینے میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس نے کیا جرم کیا ہے۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ مجرم مرد ہے یا عورت کہ اگر مرد ہے تو اسے یہ سزا دی جائے اور اگر وہ عورت ہے تو اسے یہ سزا دی جائے اور جرم کو مدنظر نہ رکھا جائے۔ اسلام جرم کے لحاظ سے مجرموں کو سزا دینے میں جنسی امتیاز کا قائل نہیں ہے۔ پاکستان کے موجودہ دور حکومت میں عورتوں کی ''آزادی'' اور ان کے ''حقوق'' کا بڑا چرچا ہے۔ چند خواتین تنظیمیں عورتوں سے امتیازی سلوک کے خلاف آواز اٹھاتی رہتی ہیں۔ ان کا یہ مطالبہ ہے کہ معاشرے میں ترقی کے لیے عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کا موقع دیا جائے اور مردوں اور عورتوں میں کسی قسم کا امتیاز اور تفریق روا نہ رکھی جائے۔ وفاقی کابینہ کا حالیہ فیصلہ مرد اور عورت کے درمیان تفریق پیدا کرتا ہے۔ اس فیصلہ نے عورتوں کو مردوں کے برابر قرار نہیں دیا۔ مغربی تہذیب سے متاثرہ خواتین تنظیمیں جو پاکستانی عورتوں سے امتیازی سلوک کے خلاف ''جدوجہد'' کر رہی ہیں۔ انہیں کابینہ کے اس فیصلہ پر تشویش کا فوری اظہار کرنا چاہیے، کیونکہ اس فیصلہ نے جرم و سزا کے اعتبار سے عورتوں کو مردوں کے برابر قرار نہیں دیا۔ وفاقی کابینہ نے شاید یہ سوچا ہو کہ اس فیصلہ سے خواتین کی آزادی اور ان کے حقوق کے معاملہ میں پاکستان اور پاکستانی عورت کا وقار بلند ہوگا اور مغربی آقاؤں کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ مسلمانوں کے دشمن کبھی مسلمانوں سے خوش نہیں

ہو سکتے۔ کیا ہم انہیں خوش کرنے کے لیے اپنے دین کے احکام کو تبدیل کر دیں گے۔ ایسے فیصلوں سے بیرونی دنیا میں پاکستانی عورت کا نہیں بلکہ پاکستانی مجرم عورت کا ''وقار'' بلند ہوگا۔

☆ وفاقی کابینہ کے اجلاس میں منظور ہونے والا مسودہ قانون اب پارلیمنٹ میں منظوری کے لیے پیش کیا جائے گا۔

وفاقی کابینہ کو اپنے اس فیصلے پر نظرثانی کرنی چاہیے تاکہ مرد وعورت کی جنس کے امتیاز کے بغیر جرم کی بنیاد پر مجرم کو سزا دینے کا اصول قائم رہے۔ اسلام کے قانون قصاص کی مخالفت نہ ہو اور توہین رسالت کے مجرم خواہ وہ مرد ہو یا عورت اسے سزائے موت دینے کا قانون بھی متاثر نہ ہو۔

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ اسلام میں دیگر انبیاء کی توہین کی سزا بھی موت ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلہ مورخہ ۳۰/اکتوبر ۱۹۹۰ء میں بھی حکومت پاکستان کو یہ تجویز کیا ہے کہ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۵۔سی میں ایک ذیلی دفعہ کا اضافہ کیا جائے جس میں دیگر انبیاء کی توہین پر بھی سزائے موت مقرر ہو۔ وفاقی کابینہ اور پارلیمنٹ کو چاہیے کہ وہ اس ضمن میں قانون سازی کر کے قانون توہین رسالت میں پائے جانے والے اس سقم کو دور کریں تاکہ دیگر انبیاء کی توہین کرنے والے مجرم کے لیے بھی موت کی سزا نافذ ہو۔

☆ نوٹ: یہ مضمون جب لکھا گیا تھا اس وقت یہی صورتحال تھی۔

حوالہ جات

۶۴۰۔ PLD 1991 Federal Shariat Court 10

۶۴۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۳/نومبر ۱۹۹۲ء

۶۴۲۔ ایضاً۔ ۲۶/فروری ۱۹۹۵ء

۶۴۳۔ روزنامہ جسارت کراچی، ۱۰/فروری ۱۹۹۳ء

۶۴۴۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۴/فروری ۱۹۹۵ء

۶۴۵۔ نقیب لاہور، یکم مارچ ۱۹۹۵ء، ص: ۱۶

۶۴۶۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۴/فروری ۱۹۹۵ء

۶۴۷۔ ایضاً۔ ۲/مارچ ۱۹۹۵ء

۶۴۸۔ ایضاً۔ یکم مارچ ۱۹۹۵ء

۶۴۹۔ ایضاً۔ ۲۸/فروری ۱۹۹۵ء

۶۵۰۔ ایضاً۔ ۱۱/جون ۱۹۹۶ء